معجزاتِ قرآن

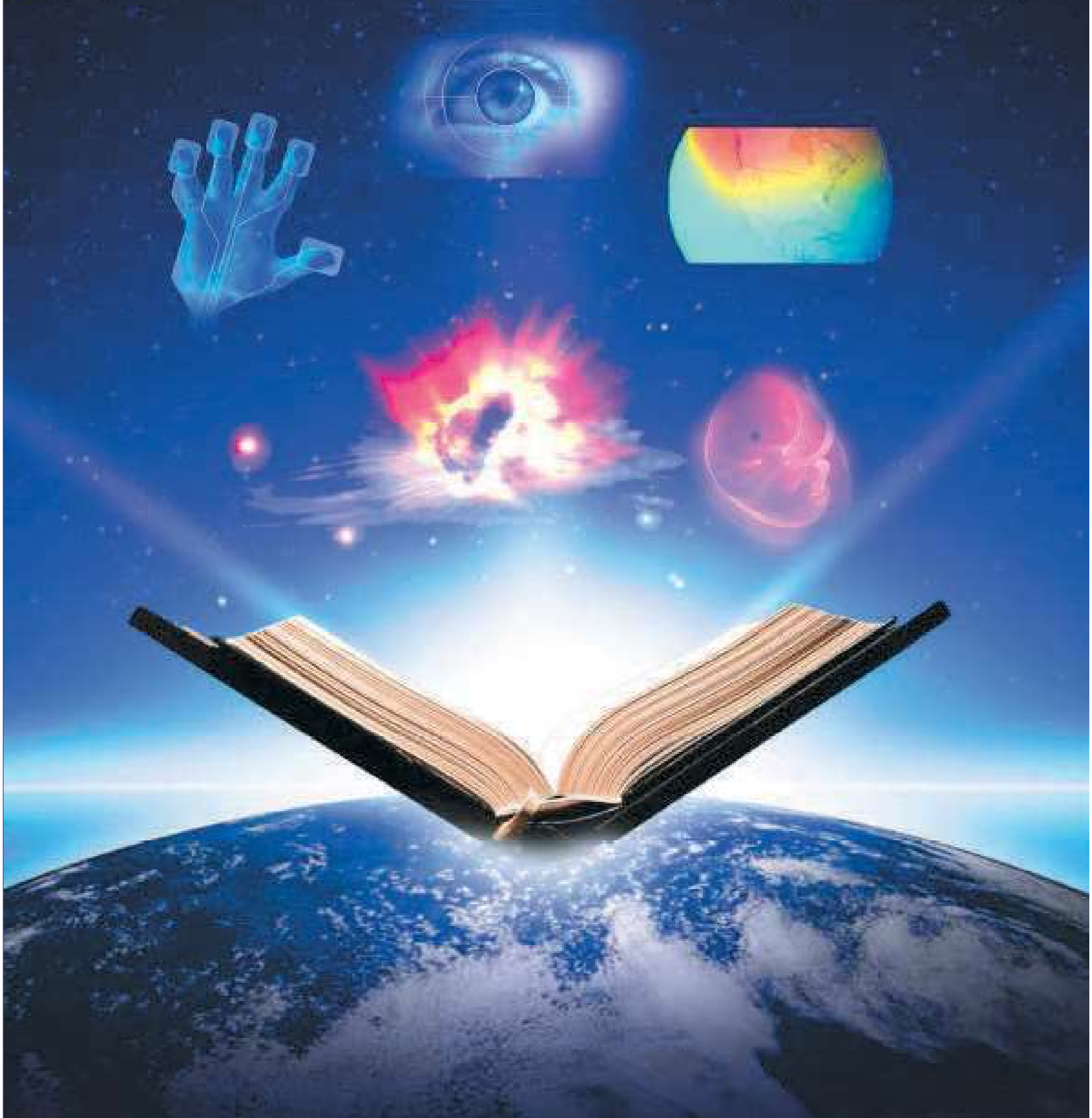

مبشر احمد ظفری صاحب، متعلم درجہ ثانیہ

آج سے 14سو سال قبل، جب دنیا میں ہر طرف ظلمت چھائی ہوئی تھی اور انسان اپنے حقیقی خدا سے ناواقف تھا۔ ایسے زمانہ میں جب انسان بے حیائی اور فسق و فجور کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا اور زندگی کے اصل مقصد سے ناآشنا تھا، تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے اور برگزیدہ بندے یعنی حضرت رسول کریم ﷺ پر اپنا کلام اتارا۔ یہ کلام فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے اپنی ذات میں سب سے افضل اور اعلیٰ تھا۔ اسکی مثال نہ پہلے کبھی ملی اور نہ ہی آئندہ کبھی ملے گی۔ پس اس کلام نے دنیا میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جس کی نظیر دنیا نے کبھی بھی نہ دیکھی۔ پس اس کلام میں ایک لذت اور سرور تھا جس کی وجہ سے پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جاتے اور اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ کوئی انسانی کلام نہیں بلکہ ایک الٰہی کلام ہے۔ اس میں ایسے علوم اور راز بیان کیے گئے جن کے بارہ میں کسی کو علم نہ تھا۔ پس یہ الٰہی کلام قرآن کریم تھا۔ یہ کلام تو بیّن نشانات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا ہر لفظ، ہر حرف بلکہ ہر ایک نقطہ اپنی ذات میں ایک روشن نشان ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، یہ ایک کامل کتاب ہے۔

پھر فرمایا:

اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

(سورۃ البقرۃ:186)

قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

پس خدا تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ یہ کتاب تو وہ ہے جس میں کھلے کھلے نشانات ہیں۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف تو بجائے خود ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور نہ صرف معجزانہ بلاغت و فصاحت رکھتا ہے بلکہ معجزات اور پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے اور جن قوی دلائل سے وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت دیتا ہے وہ ثبوت نہ توریت کی رُو سے مل سکتا ہے نہ انجیل کی رو سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو کچھ عالم معاد کی نسبت قرآن شریف نے بیان کیا ہے وہ معارف و حقائق نہ توریت میں پائے جاتے ہیں نہ انجیل میں نہ کسی اور کتاب میں۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 271)

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہونے کے وجہ سے اپنی ذات میں بے شمار بھید اور معارف رکھتا ہے جن کا بیان کرنا آسان کام نہیں۔ اس بارہ میں خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(سورۃ الکہف:110)

اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔ پس ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اس بات سے عاجز ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی وضاحت کر سکے اوراپنے الفاظ میں بیان کرسکے۔

انسان اپنی عقل اور فہم کے مطابق اسکی

تشریح کر سکتا ہے مگر اسکا کامل ادراک حاصل کرنا انسان کی استطاعت سے باہر ہے۔ مگر جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں بیان کردیا ہے کہ اس کتاب میں ان لوگوں کے لیے جو تفکر اور تدبر کرتے ہیں واضح نشانات ہیں۔ لہٰذا میں اپنے اس مضمون میں ان نشانات اور معجزات میں سے کچھ کا ذکر کروں گا۔

آج ہمارے قرآن کریم کو اسکے اصل الفاظ میں پڑھنا خود اپنی ذات میں ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ قرآن کریم کے نزول کو مکمل ہوئے 14 سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر آج بھی انہیں الفاظ کی تلاوت کی جاتی ہے جو رسول کریم ﷺ پر نازل کیے گئے۔ پس کیا یہ ایک معجزہ نہیں، کیا یہ قرآن کی سچائی کا ثبوت نہیں کہ 14 سول سال سے اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی۔ جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں قرآن تھا وہی قرآن آج بھی موجود ہے۔ اس کلام میں نہ کوئی اضافہ ہوا ہے اور نہ اس میں سے کچھ نکالا گیا ہے۔ اسکی تمام آیات، اسکے تمام حروف و الفاظ، تمام حرکات اُسی طرح ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تھیں۔ پس خدا تعالیٰ نے خود اس بات کا دعویٰ کیاہے کہ یہ میرا کلام ہے اور میں خود آخرت تک اس کی حفاظت کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ
(سورۃ الحجر: 10)

یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

پس اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود قرآن کریم کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اسے دشمنوں کے شراور تدبیروں سے بچانے والا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کی سچائی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سو جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم وہ یقینی اور قطعی کلا م الٰہی ہے جس میں انسان کا ایک نقطہ یا ایک شعشہ تک داخل نہیں اور وہ اپنے الفاظ اور معانی کے ساتھ خدائے تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور کسی فرقہ اسلام کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں۔ اس کی ایک ایک آیت اعلیٰ درجہ کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے وہ وحی متلو ہے جس کے حرف حرف گنے ہوئے ہیں وہ بباعث اپنے اعجاز کے بھی تبدیل اور تحریف سے محفوظ ہے۔“

(ازالہ اوہام،روحانی خزائن جلد 3 ،صفحہ 384)

اسی طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اپنی کتاب سیرۃ خاتم النبیّین میں سر ولیم میور کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سر ولیم میور نے لکھا ہے:

”دنیا کے پردے پر غالبًا قرآن کے سوا کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف اور تبدیلی کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو۔“

پس کیا یہ غیر معمولی بات نہیں کہ مغربی ممالک کے محققین اور فلسفی بھی اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جو اپنے نزول کے وقت سے لے کر اب تک اسی شکل میں ہے۔

پس کیا یہ تمام باتیں اس بات کی ضامن نہیں کہ قرآن کریم یقینی طور پر ایک الٰہی کتاب ہے اور اس میں نہ کوئی تبدیلی کی گئی ہے اور نہ اس میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے۔ اور اسکے الفاظ وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآنِ

کریم میں اس قدر اسرار چھپے ہیں کہ انکا بیان کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ مگر قرآن کریم میں بعض ایسے معارف و حقائق ہیں جو واضح طور پر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ۔

(سورة الانبياء :34)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے ؟

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو ایسے امور بیان کر دیئے ہیں جن کے بارہ اگر سوچا جائے تو انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کیسے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے زمانہ میں جب لوگوں کے لیے پڑھنا لکھنا محال تھا تب اُس نے ایک ایسے شخص پر جس کے بارہ میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اُمی ہے اس پر اس جہاں کی پیدائش کا راز کھول دیا۔ آج قرآن کریم کے نزول کے چودہ سو سال بعد سائنسدان اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان ایک ہی جگہ پر ملے ہوئے تھے۔ اور ”بگ بینگ“ (The Big Bang) کی وجہ سے یہ علیحدہ ہوئے۔ اب مذکورہ بالا آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کئی صدیاں پہلے کر دیا ہے۔ اس آیت میں رَتْقًا سے مراد ”ملا ہوا“ ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زمین و آسمان ملے ہوئے تھے۔ پھر جب فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ کے لفظ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ ”بگ بینگ“ (The Big Bang) کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کو پھاڑ کر علیحدہ کر دیا۔ اب اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی کائنات کی تخلیق کا راز آپ ﷺ پر کھول دیا جبکہ سائنسدان اب آکر اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کی ابتداء ایک دھماکے کے روپ میں ہوئی۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی کے ذریعہ سے زندہ کیا۔ اگر اس آیت کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز کی بنیاد پانی پر رکھی۔ اب اگر دیکھا جائے تو ایک بات جو خاص طور پر نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے

کہ سائنسی تجربات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ زندگی دراصل پانی میں سے شروع ہوئی۔ علاوہ ازیں اگر انسان یا کسی جاندار کے ایک ذرّہ پر بھی غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔ ہر جاندار کے بنیادی ذرّہ کو (Animal Cell) کہتے ہیں۔ اس میں (cytoplasm) پایا جاتاہے جو (Animal Cell) کا ایک اہم حصہ ہے۔ اگر یہ نا پایا جائے تو Cell زندہ نہیں رہتا۔ سائنس اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ cytoplasm میں 80% مقدار پانی کی ہے۔ اور یہ معاملہ ہر ایک جاندار کے ساتھ ہے۔ انسان سوچ میں پڑجاتا ہے کہ کیسے خدا تعالیٰ نے ان تمام سائنسی ترقیات سے چودہ سو سال پہلے ہی قرآن میں یہ تمام امور بیان کردیئے۔

نزولِ قرآن کے وقت لوگوں کا خیال تھا کہ زمین، مٹی، چٹانوں، پانی، ہوا اور دھاتوں پر مشتمل ہموار سطح والا ایک ایسا ساکن مادہ تھا جو نہ تو اپنے محور کے گرد اور نہ ہی کسی ستارہ کے گرد گھوم رہا تھا۔ نیز کائنات میں زمین کی حیثیت بالکل منفرد تھی جس کی کوئی اور مثال موجود نہیں تھی۔ زمین کو اپنی جگہ پر گڑا ہوا خیال کیا جاتا تھا جس کے گرد ستارے چکر لگا رہے تھے۔ لوگوں کا تصور تھا کہ زمین کے علاوہ کہیں اور زندگی کا امکان نہیں ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں میں زمین کے علاوہ کسی اور مسکن کا تصور بھی نہیں آسکتا تھا کیونکہ ان کے نزدیک زمین کائنات کے کہیں وسط میں واقع تھی۔ مگر قرآن کریم اس عقیدہ کے بر عکس بات پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ سَبۡعَ سَمَٰوَٰتٖ
وَمِنَ ٱلۡأَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ۔

(سورۃ الطلاق:13)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح کئی اور بھی سیارے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین ان کی ایک مثال ہے۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ قرآن کریم میں زمین کے علاوہ زندگی کی موجودگی کے تصور کو یوں بیان کرتا ہے:

وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ
وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٖ

(سورۃ الشوریٰ:30)

پس اس آیت میں دَآبَّةٖ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دَآبَّةٖ ان جانوروں کو کہتے ہیں جو رینگتے ہیں نہ اڑتے ہیں یا تیرتے ہیں۔ اور جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ اسنے زمین و آسمان ان جانوروں کو (دَآبَّةٖ) پھیلایا ہے کیونکہ ضمیر فِيهِمَا کی ہے جو دونوں زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کر رہی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے رینگتے ہوئے جانوروں کا ذکر کیا۔ پس اس سے کیا مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر رینگتے ہوئے جانوروں کو پھیلایا؟ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین کے علاوہ اور بھی کئی سیارے موجود ہونگے جن پر ایسے رینگتے والے جانور پائے جائیں۔ مگر جب ہم اس آیت کو آخر تک پڑھیں تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کرّوں پر موجود زندگی کو زمین پر موجود زندگی سے ملانے کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ عَلَىٰ جَمۡعِهِمۡ إِذَا يَشَآءُ قَدِيرٞ

(سورۃ الشوریٰ:30)

اس آیت میں جَمۡعِهِمۡ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی زمین اور دوسرے مقامات پر موجود زندگی کو باہم ملا دینے کے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اللہ کا منشاء ہو تو اللہ انہیں آپس میں ملا دیگا۔ جمع سے مراد بالواسطہ جسمانی رابطہ بھی ہو سکتا ہے اور بلا واسطہ رابطہ بھی ہوسکتا ہے۔ خدا جانے کہ یہ رابطہ کس طرز پر ہو گا؟ لیکن چودہ سو سال پہلے کی

پیشگوئی اپنی ذات میں ایک جیتا جاگتا اعجاز ہے۔ اب جیسا کہ معلوم ہے کہ سائنسدان اس کوشش میں ہیں کہ زمین کے علاوہ ایسے سیارے تلاش کئے جائیں جن میں زندہ باشعور مخلوق پائی جائے۔ پروفیسر آرچبالڈ رائے (Archibald Roy) اور پروفیسر ساگاں (Sagan) جیسے معروف شخصیات اس خیال کے پر جوش حامی ہیں اور اس عقیدہ کے قائل ہیں کہ زمین سے باہر بھی زندگی موجود ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ جس حقیقت کو قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے بیان کیا تھا وہ عصرِ حاضر کے سائنسدانوں پر آج منکشف ہو رہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی توجہ ایک ایسے امر کی طرف مبذول کی جس کو دیکھ کر انسان واقعتاً اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید یقینی طور پر ایک سچی اور الٰہی کتاب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۖۚ
وَهُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ

(سورۃ الانبیاء:32)

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت کے طور پر بنایا اور وہ اس کے نشانات سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں ایک ایسے عظیم الشان پہلو کی طرف توجہ دلائی جارہی جس سے قرآن کریم کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ اس آیت میں آسمان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے لیے پیدا کیا ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ اس آیت میں (Ozone Layer) کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ یہ فضا کا وہ حصہ ہے جو ہمیں زہریلی شعاعوں سے محفوظ رکھ رہا ہے۔ اگر یہ (Ozone Layer) ہماری حفاظت کے لیے نہ ہوتا تو یہ دنیا یقینی طور پر ایک ویران دنیا ہوتی جس پر زندہ رہنا نہ ممکن ہوتا۔ سائنسدانوں کی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ سورج کے طبعی دھماکوں کی وجہ سے ایسی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں جن کی طاقت سو ارب ایٹمی بموں سے زیادہ ہوتی۔ اور ہماری زمین کا یہ (Ozone Layer) ان شعاعوں کو سہتا ہےاور ہمیں اس سے بچاتا ہے۔ پھر خلا کا درجہ حرارت 270°C ہے۔ اگر یہ (Ozone Layer) نہ ہوتا تو ہماری یہ زمین جم جاتی اور اس پر رہنے کا کوئی امکان نہ ہوتا۔ ہمیں ہر قسم کے خلائی نقصانات سے بچانے کے لیے خدا نے یہ چھت بنائی۔ مگر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ سائنس نے تو اس کی دریافت بیسویں صدی میں کی جبکہ خدا تعالیٰ

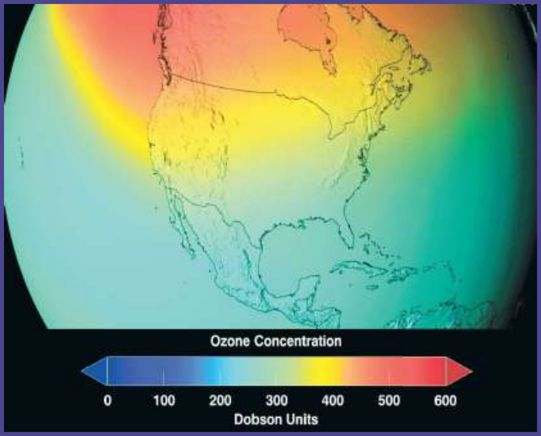

نے اس کا علم انسان کو چودہ سو سال پہلے دے دیا۔

پھر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ماں کے رحم میں بچے کی جسمانی ترقی کے مراحل بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ اَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ۔

(سورۃ الزمر:7)

اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اُسی میں سے اُس نے اس کا جوڑا بنایا۔ اور اس نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے نازل کئے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں میں ایک خَلق کے بعد دوسری خَلق عطا کرتے ہوئے پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا ربّ۔ اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس تم کہاں اُلٹے پھرائے جاتے ہو؟

پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف الفاظ میں بتادیا ہے کہ جسمانی ترقی تین اندھیروں میں ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو تین مختلف مراحل میں ترقی دی ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کی ربوبیت تامّہ کو ثابت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا کو قدرتِ تامّہ حاصل ہے کیونکہ قسم قسم کی پیدائش بنانا اور ایک بعد دوسرے کے بلا تخلف ظہور میں لانا اور کام کو ہمیشہ برابر چلانا قدرتِ تامّہ کی کامل نشانی ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 175)

پس اس آیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کی ربوبیت کا ثبوت دیا ہے۔ اور یہ بات اپنی ذات میں کہ خدا تعالیٰ نے یہ بھید چودہ سو سال پہلے انسان پر کھول دیا تھا خدا کے وجود کا ایک بڑا نشان ہے۔ پس آج کا سائنسدان ان نشانوں کو کھول رہاہے جن کو خدا تعالیٰ نے صدیاں پہلے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ پر قرآن کریم کے ذریعہ کھولا تھا۔

جب مذکورہ بالا آیت پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کے رحم میں انسان کی تخلیق تین مرحلوں میں ہوتی ہے۔ اور اسکا ثبوت سائنس بھی دیتی ہے۔ پہلا مرحلے کو(Pre-embryonic stage) جس میں انسان (Cell) کی شکل میں ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ (Embryonic Stage) کہلاتا ہے۔ یہ سلسلہ ساڑھے پانچ ہفتوں کے لیے جاری رہتا ہے ۔ اس دوران (Cell) انسان کے بنیادی عضو کی شکل اختیار کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اس وقت بچے کو (embryo) کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد کا مرحلہ (Fetal Stage) کہلاتا ہے۔ اس دوران (embryo) ترقی کرتا ہے اور انسانی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس وقت اسے (Foetus) کہتے ہیں۔ بچہ اس حالت میں پیدائش تک رہتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم ﷺ پر تخلیق کا راز تب نازل کیا جب کوئی نہیں جانتا تھا کہ انسان کی پیدائش کیسے ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرآن کریم کی سچائی کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ اور خدا کی زندہ ہستی کا بھی ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ
وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ

(سورۃ النور:26)

وہ دن (یاد کرو) جب ان کی زبانیں اور ان

کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف ان باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

اس آیت پر جب غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ایک پیشگوئی بیان کی ہے کہ ایک دن آئے گا جب انکی زبانیں اور انکے ہاتھ اور انکے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اور ہم اس دور میں دیکھتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کس شان و شوکت سے پوری ہو رہی ہے۔ اگر ہم دنیا پر ایک نظر دوڑائیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں (Fingerprinting Technology) استعمال کی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے مجرموں کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور اگر سوچا جائے تو پیشگوئی کے مطابق (Finger prints) مجرم کے خلاف گواہی دیتی ہیں۔ آج کے اس زمانہ کو دیکھ کر انسان حقیقی رنگ میں اس بات اعتراف کرسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی کوئی عام انسان نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہ پیشگوئی، یہ کلام صرف اور صرف اس واحد خدا کا ہوسکتا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، جو ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، جو تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی سلسلہ میں فرماتا ہے

أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَـٰنُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُۥ ط
بَلَىٰ قَـٰدِرِينَ عَلَىٰٓ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُۥ

(سورۃ القیامۃ:4)

کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اُس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس بات پر بہت قادر ہیں کہ اُس کے پورے پورے درست کردیں۔

خدا تعالیٰ نے کیسی خوبصورتی سے اس بات کو ظاہر کردیا کہ ہم اس بات کے قادر ہیں کہ ہم انکے پورے پورے درست کر دیں۔ پس آج ہم یہ نشان اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن کے موضوعات کو بیان کرنا بہر حال انسانی قوت سے باہر ہے۔ انسان اگر کوشش بھی کر لے تو ہر گز وہ ان حقائق و فرقان کو بیان نہیں کرسکتا جو اس عظیم الشان کتاب میں پائے جاتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کامیابیاں، تمام بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ پس اگر انسان حقیقی طور پر کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرے کیونکہ تمام علوم اسی میں پائے جاتے ہیں۔ اگر تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو دکھائی دیتا ہے کہ جب تک مسلمان قرآن کریم کے ذریعہ سے علم حاصل کرتے رہے تب تک علم کے لحاظ سے دنیا میں ترقی کرتے رہے، مگر جب قرآن کریم کی تعلیم کو چھوڑ دیا تو تب سے مسلمان تنزل کی طرف گامزن ہیں۔ پس اگر ہم نے علمی میدان میں سبقت لے جانی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیم کو مدّ نظر رکھیں کیونکہ اس کے علاوہ کامیابی کی کوئی اور کنجی نہیں۔